

# قرآن میں ہر شے کا بیان

مولانا ارشد جمال

الْإِسْلَامُ مِشْنُ

بنارس، یوپی

جملہ حقوق محفوظ

**Quran me har shai ka baian**

*by*

**Maulana Arshad jamal.  
D.43/107,Bazar Sadanand.  
Varanasi.U.P.(India)221001  
9307324317  
E-mail:info@alislammission.com**

**First on line Published: May- 2011**

**Al-Islam mission**

**Varanasi.U.P.India.**

قرآن، تمام آسمانی کتابوں میں ایک ایسی کتاب ہے جو چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی اُسی طرح محفوظ ہے جس طرح وہ اپنے ابتدائی میں دور میں محفوظ تھی۔ یہ کتاب پوری دنیا کے لئے اول روز سے چیلنج بنی ہوئی ہے۔ اس کی ہر آیت آج بھی ایک ”معجزہ“ ہے۔ قرآن کا یہ معجزہ ہر دور میں اپنی ایک شان کے ساتھ ظاہر ہوا جو زمانے والوں کے لئے نیا، انوکھا اور چونکا دینے والا تھا۔ قرآن کے اُن معجزوں میں سے ایک حیرت انگیز معجزہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب اپنے صفحوں، اپنی سطروں اور اپنے لفظوں کے اعتبار سے کس قدر مختصر ہے، لیکن اس میں دنیا جہاں کی باتیں سمٹ کر آگئی ہیں۔ یہ کتاب بدلتے زمانے کے مطابق ہر معیار کے لوگوں کے لئے ”سرچشمہ علم“ ثابت ہوئی ہے۔ یہ بات کسی خوش عقیدگی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ قرآن کے دعوے کے مطابق کہی جا رہی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿مَا فَرَّقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [انعام: ۳۸]

(ہم نے قرآن کے اندر کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔)

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [نحل: ۸۹]

(اور ہم نے تم پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔)

ان دونوں آیتوں میں لفظ ”شئی“ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں ہر خاص و عام کا بیان ہے، لیکن بعض اہل علم اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔

مجاہد علیہ الرحمہ جو تابعی اور تفسیر کے امام ہیں، اُن کی رائے یہ ہے کہ یہاں ”شئی“ سے مراد ”حلال و حرام“ ہے یعنی قرآن کے اندر ہر حلال و حرام کا بیان موجود ہے۔ [۱]

ابن جُریج علیہ الرحمہ یہ تبع تابعی اور تفسیر کے امام ہیں، اُن کی رائے میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے“ ایسی تمام باتوں کو قرآن میں بیان

کر دیا گیا ہے۔ [۲]

ان دونوں حضرات کی رائے ایک دوسرے سے ملتی جلتی نظر آتی ہے۔  
مفسر بغوی نے بھی اسی رائے کی تائید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”قرآن میں ہر ضرورت کی چیز کا بیان ہے۔ یعنی امر، نہی، حلال، حرام، حدود اور احکام“۔ [۳]  
امام مجاہد اور ابن جریج نے ”شہی“ کے دائرے کو بہت محدود کر کے دیکھا ہے۔ یہ رائے قرآن جیسی حیرت انگیز معجزہ والی کتاب کی عظمت اور برتری کو زیادہ نمایاں نہیں کر پا رہی ہے۔ اسی لئے مفسرین کے ایک گروہ نے اس دائرے کو کچھ اور وسعت دی ہے۔ انھوں نے قرآن کو اس زاویے سے دیکھا کہ یہ ایک دینی کتاب ہے، لہذا دینی معاملے میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے، قرآن اُن تمام چیزوں کو بیان کرنے والا ہے۔

چنانچہ امام ماوردی (450ھ) لکھتے ہیں: ”کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جسے اللہ نے نازل کیا، دینی معاملوں میں سے کسی چیز کی اُس میں کمی نہیں رہنے دی۔ یا تو تفصیل کے ساتھ اسے بیان کر دیا ہے جس کی تفسیر کی ضرورت نہیں یا اجمالی طور پر بیان کیا ہے جس کی تفسیر کا راستہ کھلا ہوا ہے۔“ [۴]

امام واحدی (468ھ) لکھتے ہیں: ”شہی کا لفظ ہے تو ”عام“، مگر اُس سے ”خاص“ مراد ہے۔ کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ: ہم نے قرآن کے اندر بندوں کی ضرورت کی کوئی چیز نہیں چھوڑی، ہاں مگر ہم نے اُسے بیان کر دیا ہے، یا تو واضح آیت کے ذریعے، یا آیت کی دلالت کے ذریعے، یا مجمل طور پر، یا مفصل طور پر۔ اس آیت (مَافَرَطْنَا...) کا وہی مفہوم ہے جو ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ہر دینی ضرورت کی چیز کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ [۵]

امام واحدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ”اہل معانی کہتے ہیں کہ ہر شے کے بیان کا مطلب ہے؛ دینی معاملات میں سے ہر شے کا بیان۔ یہ بیان یا تو نص کے ذریعے سے ہے، یا علمی ذرائع کے حوالے سے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے یا مسلمانوں کے اجماع سے۔ لہذا قرآن ہی اصل ہے اور دینی علوم کی کچی ہے۔“ [۶]

اسی طرح کی بات علامہ ابن جوزی (597ھ) اور علامہ قرطبی (671ھ) نے بھی کہی

ہے۔ [۷]

اس سلسلے میں زیادہ صحیح بات وہی ہے جو ایک صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

”انزل فی هذا القرآن کل علم وکل شی قد بین لنا فی هذا القرآن“۔  
(اس قرآن میں ہر علم اور ہر شی نازل کی گئی جو ہمارے لئے قرآن میں بیان کردی گئی

ہے۔) [۸]

علامہ ابن کثیر اس پر اپنی رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و قول مسعود اعم واشمل، فان القرآن اشتمل علی کل علم نافع من خیر ما سبق علم ماسیاتی. و کل حلال و حرام وما الناس محتاجون فی امر دنیاهم و دینہم و معاشہم و معادہم“۔

(ابن مسعود کا قول زیادہ عام اور زیادہ چیزوں کو شامل ہے، کیونکہ قرآن کے اندر ہر نفع بخش علم ہے۔ اس میں ماضی کی خبر بھی ہے، مستقبل کا علم بھی اور ہر حلال و حرام بھی اور وہ تمام باتیں بھی جن کی لوگوں کو اپنے دنیاوی اور دینی معاملوں میں، اپنی زندگی اور آخرت کے سلسلے میں ضرورت پڑتی ہے۔) [۹]

اس معنی کی ایک اور روایت بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

”من اراد العلم فلیثور القرآن، فان فیہ علم الاولین والآخرین“۔

(جسے علم حاصل کرنے کا ارادہ ہو، اُسے قرآن میں گہری نظر ڈالنی چاہئے، کیونکہ اُس میں

اگلوں اور پچھلوں کا علم موجود ہے۔) [۱۰]

یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے علمی تجربہ کی بنیاد پر کہی تھی۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں:

”اذا حدثکم بحديث اتیتکم بتصدیق ذلک من کتاب اللہ“۔

(جب میں تم سے کوئی حدیث بیان کروں گا تو اُس کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کردوں

گا۔) [۱۱]

بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس عظمت کو اپنی زبان سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”ألا انها ستكون فتنة فقلت: ما المخرج منها يا رسول الله! قال: كتاب الله،

فيه نأ ما كان قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم“۔

(سن لو! یقیناً عنقریب ”فتنہ“ برپا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُس سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب (قرآن) تم سے پہلے جو کچھ ہو چکا، اُس کی خبر بھی اسی میں ہے اور تمہارے بعد جو کچھ ہوگا، اُس کی خبر بھی اور تمہارے سامنے جو ہو رہا ہے، اُس کا حکم بھی اسی میں ہے۔) [۱۲]

مسروق بن اجدع جو ایک تابعی ہیں، صحابہ کے اس خاص علم قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”ما نساأل اصحاب محمد عن شیء الا وعلمہ فی القرآن ولكن علمنا قصر

عنه“۔

(ہم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جس چیز کے بارے میں پوچھتے، وہ اُس کا

جواب قرآن سے دیتے، لیکن ہم لوگوں کا علم اُن سے کمتر ہے۔) [۱۳]

بلکہ صحابہ کے بعد بھی لوگوں کے علمی تجربہ سے بھی یہ چیز ثابت ہے۔ چنانچہ ربیع بن خفیم کہتے ہیں:

”وحدث هذا القرآن فی خمس: حلال وحرام وخبر ما قبلکم وخبر

ما هو کائن بعدکم وضرب للامثال“۔

(میں نے اس قرآن میں پانچ چیزوں کا بیان پایا: حلال و حرام، اگلوں کی تاریخ، بعد والوں

کے بارے میں پیش گوئی اور کہاوتیں۔) [۱۴]

قرآن کی اس علمی وسعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو سے بھی بیان کیا ہے:

”ما نزل اللہ عزوجل آية الا لها ظہر وبطن وکل حرف حد وکل حد مَطْلَعٌ“۔  
(اللہ نے جو بھی آیت نازل کی، اُس کا ایک کھلا ہوا معنی ہے اور ایک چھپا ہوا۔ اور ہر حرف خیر و شر کے علم کا ایک خزانہ ہے اور علم کا یہ خزانہ ایک قوم نکالے گی۔) [۱۵]  
اس معنی کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں:  
”مامن حرف او آية الا وقد عمل بها قوم اولها قوم سيعملون بها“۔

(جو بھی حرف یا آیت ہے، اُس پر ایک گروہ عمل کر چکا ہے یا ایک گروہ عنقریب اُس پر عمل کرے گا۔) [۱۶]

یہ صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قرآن زمانے کے ساتھ ساتھ چلے گا، وہ کسی زمانے میں کبھی اجنبی نہیں رہے گا۔ علمی تجربات ہوں یا زندگی کے نئے واقعات، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی طرح قرآن اُن سب پر اپنی روشنی بکھیر رہا ہوگا۔ اب جس کی آنکھ میں جتنا پاؤں رہا ہوگا، اُنٹانی وہ قرآن کے چھپے خزانے کو دیکھ لے گا۔ جیسا کہ علامہ ابن برہان کہتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، وہ سب قرآن میں ہے یا کم از کم اُس کی اصل قرآن میں ہے، چاہے وہ اصل قریب کی ہو یا دور کی، چنانچہ سمجھنے والوں نے سمجھ لیا اور اُنڈھے اُسے نہ دیکھ سکے۔ یہی حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے ہر حکم اور کئے ہوئے سارے فیصلوں کا ہے۔ ہاں قرآن میں ان سب باتوں کو تلاش کرنے والا اپنی کوشش و محنت اور سمجھ کے مطابق ڈھونڈ نکالتا ہے، بلکہ بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ: اللہ نے جسے سمجھ دی ہے، اُس کے لئے قرآن سے ہر چیز کو نکال لینا ممکن ہے۔“ [۱۷]

ان تمام حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ ”قرآن میں ہر شے کا بیان“ موجود ہے۔ چاہے وہ صراحتہ ہو یا کنیئہ۔ ظاہر ہو یا خفی، مجمل ہو یا مفصل، استدلال و استخراج کے طریقے پر ہو، یا نظر و اجتہاد کے زور پر۔ دلالت ہو یا اشارت، علمی تجربے کی بنیاد پر ہو یا فکری توجیہ کے اصول پر، خاص علم و فن کی روشنی میں ہو، یا فہم و فراست کے نور میں یا واقعات کی شہادت میں۔ بہر حال کسی نہ کسی زاویے سے قرآن ہر شے کو کسی نہ کسی اعتبار سے بیان کرنے والا نظر آئے گا۔ یہ محض ایک

دعویٰ نہیں، ایک حقیقت کا اظہار ہے جسے ہر زمانے میں شدت سے محسوس بھی کیا گیا اور اعتراف بھی۔ میں اس سلسلے میں صرف دو مثالیں پیش کروں گا۔ ایک سائنسی، دوسری تاریخی۔

## سائنسی مثال

یہ کائنات کیسے پیدا ہوئی؟ اس سلسلے میں سائنسی دریافت یہ ہے کہ پہلے صرف ایک اکائی (Singularity) تھی جو بے حد ٹھوس اور بے پناہ گرم تھی۔ اُس اکائی کے نمودار ہوتے ہی اچانک زبردست دھماکہ ہوا اور وہ اکائی پھٹ گئی۔ یہی کائنات کا پہلا آغاز تھا، جو تقریباً دس بلین سال پہلے پیش آیا جسے سائنسدانوں نے ”Big Bang“ (عظیم دھماکہ) کا نام دیا ہے۔ یک پینگ سے کائنات کا ابتدائی ظہور ہوا اور اُس کے فوراً بعد ہی انتہائی تیزی کے ساتھ یہ کائنات پھیلنے لگی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کا ٹھوس پن اور اُس کا درجہ حرارت (Temperature and Density) حیرت انگیز حد تک گھٹ کر رہ گیا۔ اُس کا پھیلاؤ برابر جاری رہا، پھر جلد ہی ذروں اور ضد ذروں (Matter over antimatter) کا ظہور ہوا جو پروٹون (proton) میں تبدیل ہوتے گئے، اس دوران نئے نئے، چھوٹے چھوٹے ذرے وجود میں آچکے تھے۔ یہ سب کچھ چند سیکنڈوں میں ہوا جب تک کائنات اس حد تک ٹھنڈی ہو چکی تھی کہ اب وہ ہائیڈروجن (hydrogen) ہیلیم (helium) اور لیتھیئم (lithium) جیسی گیسوں کا مرکب بنوٹا (nebula/سحابیہ) تھی۔ یہ بنوٹا دھیرے دھیرے گردش کرتا رہا، یہاں تک کہ لگ بھگ ایک بلین سال بعد وہ اس حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا کہ وہ کسی ترتیب و ہیئت کے لئے، یعنی ستاروں اور سیاروں کے وجود کے لئے ایٹم (atom/جوہر) بن سکے۔ اُس وقت برقی شعاعوں (radiation) سے پوری کائنات بھر چکی تھی، جو خلا میں ہر طرف گھومنے پھرنے کے لئے آزاد (free to travel through space) تھیں۔ [۱۸]

یک پینگ کا یہ نظریہ سب سے پہلے دو سائنسدان الکسانڈر فرائڈمان (Alexander Friedmann) اور ایب جارج لیماٹرے (Abbe Georges Lemaitre) نے 1920 میں پیش کیا۔ گویا اس تھیوری (theory) کو سائنسدانوں نے صرف 88 سال پہلے دریافت کیا، جبکہ قرآن نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے ہی اُس کی طرف اشارہ



کر دیا تھا، چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ • مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ • وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ •﴾

(کہہ دو، میں پناہ مانگتا ہوں ”فلق“ کے رب کی، اُس چیز کے شر سے جو اُس نے

پیدا کیا اور چاند کے شر سے جب وہ نکلے۔)

اس آیت میں لفظ ”فلق“ کی تفسیر عام طور پر صبح سے کی جاتی ہے، زمانی جبر کی بنیاد پر یہی تفسیر مفسرین کے نزدیک مشہور ہو گئی اور وہ ”رَبُّ الْفَلَقِ“ سے ”صبح پیدا کرنے والا رب“ مراد لیتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری تفسیر درست نہیں، کیونکہ خود انہی مفسرین نے اسی لفظ ”فلق“ کے کچھ اور معنی بھی بیان کئے ہیں جو اس طرح ہیں: مخلوق، جنم کی ایک وادی یا جیل، جنم کا ایک درخت، جنم کا ایک نام۔ پھر ایک تفسیر وہ بھی ہے جو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے، جو لغت اور قاعدے کی رو سے بہتر اور مناسب بھی معلوم ہوتی ہے۔ اُن کے الفاظ اس طرح سے ہیں:

”انه كل ما انفلق عن جميع ما خلق من الحيوان والصبغ والحب والنوى وكل شئ من نبات وغيره“۔ (یعنی ”فلق“ سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی پیدائش بھٹ کر اور چر کر ہوئی ہو، جیسے: حیوان، ماں کا پیٹ چیر کر پیدا ہوتا ہے۔ صبح، تاریکی کو پھاڑ کر نکلتی ہے، دانہ، زمین پھاڑ کر اُگتا ہے، گٹھلی اور گھاس، زمین کو چیر کر نکلتی ہے وغیرہ وغیرہ) [۱۹]

”فلق“ کے اندر پھٹنے اور چرنے کے معنی کا اعتبار کرنا ٹھیک لغت کے مطابق ہے، کیونکہ لغت میں ”فلق“ کا معنی ہے:

”شق الشيء وابانة بعضه عن بعض، فلقته فانفلق“۔

(یعنی شے کو پھاڑنا اور اُس کے ایک حصے کو دوسرے سے جدا کرنا۔ بولا جاتا ہے: میں نے

اُس کو پھاڑا تو وہ پھٹ گیا۔) [۲۰]

علامہ افریقی اور زبیدی نے لکھا ہے کہ ”فلق“ کا جو بھی معنی کیا جائے گا اُس میں

”شق“، یعنی چیرنے کا معنی پایا جائے گا۔ [۲۱]

زُجَّان لغوی کہتے ہیں: جب تم تخلیق پر نور کرو گے تو تم پر واضح ہو گا کہ اکثر چیزیں پھٹ

کر پیدا ہوئی ہیں، جیسے زمین پھٹتی ہے تو پودا اگتا ہے اور بادل پھٹتا ہے تو بارش ہوتی ہے۔ [۲۲]  
 علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: ”پھٹ کر پیدا ہونے والی ایسی تمام چیزوں کو ”فلق“ کہتے ہیں۔“ [۲۳]

جب یہ طے ہو گیا کہ پھٹ کر پیدا ہونے والی ہر چیز کو ”فلق“ کہا جائے گا تو سائنسدانوں نے کائنات کی پیدائش کے لئے پگ بینگ کی جو تھیوری پیش کی ہے، اُسے بھی ”فلق“ کہہ دینا بالکل درست ہوگا، گویا کائنات کی پیدائش کو قرآن نے ”فلق“ کے جس لفظ میں چھپا رکھا تھا، اُسی کو سائنسدانوں نے پگ بینگ کی اصطلاح میں ظاہر کر دیا ہے۔

”فلق“ کو پگ بینگ کی تعبیر بتانے میں یہاں کچھ قرینے بھی موجود ہیں۔ ایک تو یہ کہ..... پگ بینگ کے بعد انتہائی خطرناک اور مہلک چیزیں پیدا ہوتی رہیں۔ مثلاً پروٹون، ہائیڈروجن، ہیلیم، ہائیڈروجن اور برقی شعاعیں وغیرہ۔ قرآن نے ”فلق“ کے بعد چیزوں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے اور کچھ پیدائش کو ”شر“ کہا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ عام پیدائش کا ذکر نہیں ہے، بلکہ پگ بینگ کے بعد مہلک اور خطرناک چیزوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔

دوسرے یہ کہ..... ایک ملین سال بعد کائنات ٹھنڈی ہو کر بُو لا ہو گئی تھی اُسی بُو لا سے کٹ کٹ کر ساری گلیکسیاں (Galaxies / کہلائیں) بنیں اور ہر گلیکسی میں زمین، چاند اور سورج وغیرہ پیدا ہوتے گئے۔ تمام ستارے اور سیارے اُسی بُو لا سے کٹ کٹ کر بنے ہیں۔ اب دیکھئے! قرآن نے جب یہاں خطرناک تخلیق کا ذکر کیا تو اُسی کے ساتھ ”عاسق“ کا ذکر کیا۔ یہ ”عاسق“ کیا ہے؟ اِس کی وضاحت خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کر دی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ: جب چاند نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے چاند دکھا کر کہا:

”نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْغَاسِقِ اِذَا وَقَبَ“۔ (جب رات آئے تو تم اِس عاسق

کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔)

عبداللہ بن عباس، مجاہد، حسن، محمد بن کعب، قتادہ اور مقاتل نے ”عاسق“ سے رات اور رات کی تاریکی مراد لی ہے، [۲۴] لیکن یہ حدیث رسول کے خلاف نہیں، کیونکہ چاند، رات اور رات کی تاریکی ہی میں نکلتا ہے۔ آیت میں جس تخلیق کا ذکر ہو رہا ہے، اگر وہ کوئی عام تخلیق ہو

تو چاند اور رات کا ذکر ذرا بے جوڑ معلوم ہوگا۔ ہاں اگر اُس تخلیق سے پگ پینگ کے بعد ہونے والی تخلیق مراد لیں تو ”عاشق“ (چاند اور رات) کا ذکر بڑا امر بوط لگتا ہے۔

تیسرے یہ کہ..... آیت میں ”فلق“ کے رب کی پناہ مانگنے کا حکم ہو رہا ہے۔ جس ”فلق“ سے شر کی تخلیق ہوئی ہے۔ اگر یہ ”فلق“ صبح ہے تو صبح سے کون سا اہم شرط ہوا؟ اگر یہ حیوان ہے تو حیوان سے کیا خطرناک شر نکلا؟ اگر یہ پودا ہے تو وہ کیسا شر پھیلاتا ہے؟ اگر یہ بارش ہے تو اُس سے کتنا شر نکلتا ہے؟ ان تمام شر کو ایک طرف رکھا جائے اور ظہور کائنات کے بعد ہونے والے شر یا گلیکسیوں کے شر کو ایک طرف، تو دل بے اختیار پکارا اٹھتا ہے کہ ربّ کائنات، نظام کائنات میں پیدا ہونے والے ”شر“ سے ہمیں محفوظ رکھے، کیونکہ کائنات کا ”شر“ ذرا بھی کنٹرول سے باہر ہو تو وہ ہماری قیامت کا دن ہوگا۔ ڈاکٹر ہلک نور باقی نے سب سے پہلے اس آیت سے پگ پینگ کا مفہوم نکالا ہے۔ [۲۵]

### دوسری مثال

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے پردہ فرما رہے تھے تو اُس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ تو مشہور قول کے مطابق سب کا جواب ہوگا: 63 سال۔ لیکن اگر اس کا حوالہ مانگا جائے تو عام طور پر لوگ حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں کا نام لیں گے، اس موقع پر کوئی قرآن کا حوالہ پیش نہیں کرے گا، لیکن حیرت انگیز طور پر بعض علما نے قرآن کی ایک آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا اندازہ لگایا ہے، وہ کہتے ہیں: سورۃ ”المنافقون“ کی آخری آیت یہ ہے:

﴿وَلَمَّا يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا •﴾

(یعنی اللہ ہرگز کسی جان کو دنیا میں رہنے نہ دے گا، جب اُس کا وقت آجائے گا۔)

سورۃ ”المنافقون“، قرآن کی 63 ویں سورۃ ہے۔ اس 63 ویں سورۃ میں ایک جان کی موت کا ذکر ہے، گویا 63 کا یہ عدد ایک اشارہ ہو گیا کہ ایک جان کی موت اُس وقت ہوگی جب اُس کی زندگی کے 63 سال پورے ہو چکے ہوں گے۔ اس عددی اشارہ کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات 63 سال کی عمر میں ہوئی، گویا یہ آیت آپ کی عمر

کو بیان کر رہی ہے۔ اس پر ایک قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد سورۃ ”التغابن“ ہے۔ اس سورۃ میں قیامت کے دن کو ”تغابن“ کا دن کہا گیا ہے۔ (تغابن کہتے ہیں خرید و فروخت میں دھوکہ دھڑی کے معاملے کو کھول دینا، یعنی قیامت کے دن لوگوں کا یہ معاملہ کھل جائے گا۔) ایک جان کی موت کے بعد قیامت کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ہو رہا ہے، کیونکہ آپ کی وفات کے بعد قیامت کا وقت قریب ہوتا جائے گا۔ اب اگر دنیا گمراہی میں پڑے گی، کفر و شرک میں مبتلا ہوگی تو کوئی دوسرا نبی آکر ہدایت دینے والا نہیں، کیونکہ قیامت کا وقت ہو چلا ہے۔ [۲۶]

یہاں ایک چیز اور رہ گئی ہے جس کی طرف شاید علما کا دھیان نہیں گیا۔ وہ یہ کہ سورۃ ”المنافقون“ کی جس آیت کا اوپر ذکر کیا گیا، وہ آیت نمبر: 11 ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات 12 ربیع الاول 11ھ میں ہوئی۔ اس طرح یہ بھی ایک عَدَدِی اشارہ ہو گیا کہ آپ کی وفات 11ھ میں ہوگی۔

مَقَات

- [۱] تفسیر الطبری: ۱۶۱: ۱۴۸،  
تفسیر ابن کثیر: ۹۴۹/۴،  
تفسیر عبدالرزاق: ۳۱۲/۱
- [۲] تفسیر الطبری: ۱۶۲: ۱۴۸،
- [۳] معالم التنزیل: ۸۱/۳،
- [۴] التلک والعیون ۱۱۲/۲
- [۵] الوسیط: ۲۶۸/۲،
- [۶] الوسیط: ۷۹/۳،
- [۷] زاد المسیر: ۲۸۷/۳-۲۹،
- الجامع لاحکام القرآن ۶/۳: ۲۷۰،
- [۸] تفسیر الطبری: ۱۶۲: ۱۴۸،  
تفسیر ابن کثیر: ۹۴۹/۴،
- [۹] تفسیر ابن کثیر: ۹۴۹/۴،
- [۱۰] المجم الکبیر: ۱۳۶، ۱۳۵، ۹: ۸۶۶۴، ۸۶۶۵، ۸۶۶۶ (۸۶۶۶، ۸۶۶۵، ۸۶۶۴)  
شعب الایمان: باب فی تعظیم القرآن فصل فی تعلیم القرآن (۱۹۶۰)  
الکتاب المصنف: کتاب فضائل القرآن فی التمسک بالقرآن (۳۰۰۰۹)  
فضائل القرآن: باب فضل علم القرآن: ۴۲، ۴۱،  
المجم الکبیر: ۲۳۳، ۹: ۹۱۴۳، ۹۱۴۵، ۹۱۴۶ (۹۱۴۶، ۹۱۴۵، ۹۱۴۶)  
[۱۲] ترمذی: کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل القرآن (۲۹۰۶)  
شعب الایمان: باب فی تعظیم القرآن (۱۹۳۵۰)  
الکتاب المصنف: کتاب فضائل القرآن فی التمسک بالقرآن (۲۹۹۹۸)  
[۱۳] فضائل القرآن: باب فضل علم القرآن: ۴۲،  
[۱۴] فضائل القرآن: باب فی فضل القرآن: ۴۳،  
[۱۵] فضائل القرآن: باب فضل علم القرآن: ۴۳،  
مسند ابی یعلیٰ: ۲۷۸/۹: ۵۴۰۳، بشکل الآثار: ۱۲۶: ۴/۲،  
[۱۶] کتاب فضائل القرآن باب فضل علم القرآن: ۴۳،

[۱۷]الاتقان:۳۵۰/۲

Encyclopaedia Britannica:2/205[۱۸]

the Bible the Qura'an and Science:143,144

[۱۹]الثقلت والعیون:۳۷۴/۶،

زادالمسیر:۳۳۴/۸

[۲۰]المفردات فی غرائب القرآن:۳۸۵

[۲۱]لسان العرب:۴۰۵/۱۳،

تاج العروس:۱۲۱/۱۰

[۲۲]زادالمسیر:۳۳۴/۸

[۲۳]الجامع لاحکام القرآن:۴۰/۱۰:۱۷۴

[۲۴]تفسیر الطبری:۳۰/۱۵:۴۳۵،

تفسیر القرآن العظیم:۸/۹۶۵،

تفسیر عبدالرزاق:۳۳۳/۲،

الوسیط:۵۷۴/۴

[۲۵]قرآنی آیات اور سائنسی حقائق مترجم:۲۸۴+۲۹۱

[۲۶]الاتقان:۳۵۰/۲